

بحث و نظر

رَبَا الْفَضْل

مرزا عمران حیدر ☆

معیشت کو جو چیز اسلامی طرز زندگی سے نکال کر غیر اسلامی بناتی ہے ان میں سب سے بنیادی چیز سود ہے۔ سود کے بارے میں شارع ﷺ نے اس قدر زبردستی فرمائی ہے کہ ایک مسلمان اس کے تصور سے ہی کانپ جاتا ہے۔ سود کی عمارت کن اصولوں پر قائم ہے، شریعت اسلامیہ نے واضح طور پر ان کی نشاندہی کر دی ہے۔ حالات اور معاملات کی تبدیلی کے ساتھ اس اصول کو استعمال کر کے سود کی اور غیر سودی معاملے کا تعین کیا جاسکتا ہے۔

ربا کا لغوی معنی ہے نمو پانا، زیادہ ہونا، بلند ہونا، اضافہ ہونا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَيُرِيهِ الصَّدَقَاتِ﴾ (آل عمران: ۲۷۶)

”وہ (اللہ) صدقات کو بڑھاتا ہے۔“

امام راغب اصفہانی نے فرمایا:

هو الزيادة على رأس المال

”اصل سرمائے پر اضافے کو ربا کہتے ہیں۔“

حدیث میں اس کا مترادف لفظ الرما بھی رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔

علماء نے سود کی جو تعریفات بیان کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ خاص اشیاء کے باہمی

تبادلے میں اضافہ یا وقت کے عوض قرض میں اضافہ سود کہلاتا ہے۔

لفظ ربا کی لغوی تعریف پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کا اضافہ سود کہلائے گا، حتیٰ

کہ تجارت سے حاصل ہونے والا جائز منافع بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔ لیکن قرآن مجید نے ربا

اور تجارت کے درمیان لغوی معنی میں متحد ہونے کے باوجود ان کی حقیقت، اثرات اور نتائج میں

فرق کی وضاحت کرتے ہوئے یوں بیان فرمایا:

☆ شعبہ تحقیق اسلامی، قرآن اکیڈمی لاہور

﴿وَاحْلَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ (آل عمران: ۲۷۵)

”اور اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔“

یہ آیت دراصل ان مشرکین مکہ کا جواب ہے جنہوں نے ربا اور تجارت کی لغوی اور ظاہری صورت دیکھتے ہوئے کہا:

﴿إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا﴾ (آل عمران: ۲۷۵)

”یقیناً تجارت بھی سود کی طرح ہی ہے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ تجارت کو سود (ربا) کی مانند قرار دینا یا سود کو تجارت کی طرح قرار دینا یا اس پر قیاس کرنا دراصل ایک ہی بات ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے سختی سے رد فرمایا ہے اور ایسے انسان کو شیطانی مس سے حواس باختہ قرار دیا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لغوی طور پر تجارت اور سود کے ایک طرح کا ہونے کے بعد ان میں فرق کیسے کیا جائے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ (النحل: ۴۴)

”اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن) نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لیے بیان

کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔“

نبی رحمت ﷺ نے اپنے قرآنی منصب کے تحت اس وضاحت کا حق ادا فرما دیا ہے اور مسائل کو اس طرح نکھارا ہے جس سے حق اور باطل میں تمیز ہو گئی ہے اور ہر چیز کی حقیقت واضح ہو چکی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہر قسم کے سود کو ربا ہی قرار دیا ہے۔ قرآن وحدیث میں جہاں بھی لفظ ربا آئے گا وہ سود کی تمام قسموں کو شامل ہے۔

علماء نے ربا کو بنیادی طور پر دو قسموں میں تقسیم کیا ہے:

(۱) ربا الفضل (۲) ربا النسیئہ

(۱) ربا الفضل

سونا، چاندی، گندم، جو، کھجور اور نمک یا ان جیسی چیزوں میں سے کسی ایک جنس کے اپنی جنس میں کمی بیشی کے ساتھ تبادلے کو ربا الفضل کہتے ہیں۔ ایسی چیزوں کو ربویات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیا ربا الفضل سود ہے؟ اس مسئلہ میں متقدمین میں تو کوئی اختلاف نہیں، البتہ دور

حاضر میں علماء کے دو گروہ ہیں۔

- (i) جمہور علماء کہتے ہیں کہ ربا الفضل سود ہے۔ (۱)
- (ii) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ ربا الفضل کے سود ہونے کے قائل نہیں، وہ صرف ربا النسیئہ کو سود قرار دیتے ہیں۔ (۲)
- البتہ عقل پرست اور منکرین حدیث اس کے سود ہونے کے قائل نہیں۔
- جمہور کے دلائل: قرآن سے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ (آل عمران: ۲۷۵)

”اور اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔“

الربا میں الف لام استغراق کا ہے۔ یعنی ہر طرح کا سود حرام ہے، جس معاملے پر بھی ربا کا اطلاق ہوگا (۱) نے فرمایا:

”یہ آیت ہر ربا اور ہر بیع کے لیے ہے، الا یہ کہ کسی ربا کو خاص کرنے کی دلیل مل جائے۔“ (۳)

دوسری بات یہ ہے کہ یہ آیت مجمل ہے۔ اس کا بیان رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا ہے۔ لہذا صحیح احادیث سے ربا الفضل کی حرمت ثابت ہے۔

احادیث سے دلائل

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلِ سَوَاءٍ بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ)) (۴)

”سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے برابر برابر اور نقد و نقد ہوں۔ جب یہ اصناف مختلف ہوں تو پھر نقد کی صورت میں جیسے چاہو تجارت کرو۔“

اس حدیث طیبہ میں رسول اللہ ﷺ نے ان اشیاء میں کسی جنس کے باہمی تبادلے کی صورت میں برابر ہونے کی صراحت فرمائی۔ مزید تاکید پیدا کرنے کے لیے الفاظ کو تکرار کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ مثلاً مثل کی ”سواء بسواء“ کے ساتھ تاکید فرمائی ہے۔ کمی بیشی کی

اجازت مختلف اصناف کی صورت میں دی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان چھ چیزوں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

((مَثَلًا بِمَثَلٍ يَدَا بَيْدٍ فَمَنْ زَادَ أَوْ اسْتَزَادَ فَقَدْ آذَى الْإِخْذُ وَالْمُعْطَى فِيهِ سَوَاءٌ))^(۵)

”یہ چیزیں برابر برابر اور نقد ہوں، جس نے زیادہ دیا یا طلب کیا یقیناً اس نے سود لیا“
لینے اور دینے والا دونوں اس میں برابر ہیں۔“

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے پوری طرح وضاحت فرمادی کہ ان ربویات میں زائد طلب کرنے والا اور ادا کرنے والا دونوں سودی ہیں۔ ربا الفضل کی حرمت کو ثابت کرنے والی احادیث مسلم کے علاوہ صحیح بخاری، سنن الترمذی، سنن النسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں بھی موجود ہیں۔ منکرین حدیث اور متجددین سے جب ان احادیث کا کوئی جواب نہیں بن پاتا تو وہ احادیث کی صراحت کو بعد کے راویوں کا اضافہ قرار دے کر جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس دعویٰ کی دلیل چاہیے جو کسی کے پاس نہیں ہے۔ جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ صحیح اور مرفوع احادیث ربا الفضل کی حرمت میں نص ہیں۔ اس موقف سے انحراف کا شمار دین میں تحریف اور باطل تاویلات میں ہوگا، جن کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اجماع

ربا الفضل کے سود ہونے پر اُمت کا اجماع ہے۔

(۱) امام نووی نے فرمایا:

واجمعوا على انه لا يجوز بيع الربوي بجنسه واحدهما مؤجل، وانه لا

يجوز التفاضل اذا بيع بجنسه والا كالذهب بالذهب^(۶)

”علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ربویات کا اپنی جنس میں ادھار اور اضافے کے ساتھ تبادلہ جائز نہیں ہے، جیسا کہ سونے کو سونے کے بدلے۔“

(۲) امام قرطبی نے فرمایا:

اجمع العلماء على ان التمر بالتمر لا يجوز الا مثلا بمثل^(۷)

”علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کھجور کھجور کے بدلے صرف اس وقت جائز ہے جب

برابر برابر ہو اس کے علاوہ جائز نہیں۔“

یہ پہلے گروہ کے دلائل تھے جس کے مطابق ربا الفضل سود ہے۔ دوسرے قول کی نسبت حضرت ابن عباسؓ کی طرف کی جاتی ہے کہ ربا الفضل سود نہیں بلکہ سود صرف ربا النسیئہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ابتدا میں اس کے قائل تھے لیکن بعد میں انہوں نے اس قول سے رجوع فرمایا۔ ابو نصرہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے بیع الصرف کے بارے میں سوال کیا تو دونوں نے اس میں کوئی حرج نہ سمجھا۔ پھر میں ابوسعید خدریؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو میں نے ان سے بیع الصرف کے بارے میں پوچھا تو فرمایا جو اضافہ ہو گا وہ سود ہے۔ میں نے ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کے قول کی بنیاد پر اس کا انکار کیا تو ابوسعید خدریؓ نے فرمایا: میں تمہیں رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی بات بیان کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے پانچ کھجوروں کو اپنے ایک صاحب عمدہ قسم کی ایک صاع کھجوریں لے کر آئے، نبی ﷺ کی کھجوریں دوسرے رنگ کی تھیں۔ آپؐ نے دریافت فرمایا یہ کہاں سے لائے ہو؟ اس نے جواب دیا میرے پاس دو صاع کھجوریں تھیں جن کے بدلے میں میں نے ایک صاع خرید کر لایا ہوں، بازار میں اس کی قیمت یہ اور اس کی قیمت یہ تھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وَبَلَّكَ أَرْبَيْتُ، إِذَا أَرَدْتَ ذَلِكَ فَبِعْ تَمْرَكَ بِسَلْعَةٍ ثُمَّ اشْتَرِ بِسَلْعَتِكَ آتَى تَمْرٍ شَيْئًا)) ”اللہ کے بندے تم نے سودی معاملہ کیا ہے، جب تم ایسا کرنا چاہو تو اپنی کھجوروں کو قیمت کے ساتھ بیچو پھر اپنی رقم کے ساتھ جو چاہو کھجور خریدو“۔ ابوسعید نے فرمایا کیا کھجور کے بدلے کھجور زیادہ سود بنتے ہیں یا چاندی کے بدلے چاندی؟ فرمایا پھر میں ابن عمرؓ کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے منع کر دیا۔ میں ابن عباسؓ کے پاس نہ آیا۔ پھر مجھے ابوالصہباء نے بتایا کہ میں نے مکہ میں ابن عباسؓ سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اسے ناپسند کیا۔ (۸) اس میں عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کے ربا الفضل کو جائز قرار دینے والے قول سے رجوع کی دلیل ہے۔

اگر عبداللہ بن عباسؓ کا رجوع نہ بھی ثابت ہو پھر بھی بعد کے اجماع سے ان کا رجوع کرنا ثابت ہو جاتا ہے۔

ربا الفضل کے سود ہونے کی علت

ربا الفضل کی علت کا تعین اور اس کے اثرات ایک مستقل موضوع ہے۔ ہم تفصیل میں

جانے کے بجائے اختصار کے ساتھ صرف تعارف پیش کرتے ہیں۔ رہا الفضل کی علت کی تعیین کے بارے میں بنیادی طور پر علماء کے دو گروہ ہیں۔

(i) اہل ظاہر اور چند دیگر علماء کہتے ہیں کہ حدیث میں موجود صرف چھ اشیاء میں تفاضل کے ساتھ تبادلہ سود ہے، اس کے علاوہ سود نہیں ہے۔ اگر اس کا طعم (کھانا) یا موزون ہونا حرمت کی وجہ ہوتی تو شارع علیہ السلام صراحت فرما دیتے کہ لا تبیعوا المکیل بالمکیل ”تولنے والی چیز کو تولنے والی چیز کے عوض نہ بیچو“۔ لیکن آپؐ نے ایسا نہیں فرمایا۔ لہذا سود صرف ان چھ چیزوں تک محدود ہے۔ (۹)

(ii) ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کے نزدیک سود ان چھ چیزوں میں بند نہیں بلکہ قیاس کے ذریعے دیگر ربویات کا علم حاصل کیا جائے گا۔

ان علماء کا چھوڑنا الفضل کی علت کے عین میں باہمی اختلاف ہے۔ مثال کے طور پر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ناپ، تول اور اتحاد جنس علت ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک شمن ہونا اور خوراک ہونا علت ہے۔

امام مالکؒ کے نزدیک قیمتی مال (سونا، چاندی) اور ایسی چیزیں جن کا بقائے حیات سے تعلق ہے، علت ہے۔

علت کے مختلف ہونے کا اثر لامحالہ عملی مسائل پر پڑے گا اور لازماً کچھ ایسی چیزیں ہوں گی جو ایک امام کے نزدیک سود ہیں اور دوسرے کے نزدیک وہ سود نہیں۔ اس اختلاف کا یہ مطلب نہیں کہ رہا الفضل کا سود ہونا ہی سوالیہ نشان بن جاتا ہے اور اس سے دین کا مذاق اڑایا جائے۔ یا اسلاف و ائمہ کرام کو تضحیک و استہزاء کا نشانہ بنا کر ان کی آراء کو بے وقعت قرار دیا جائے۔ اس اختلاف کا مطلب ہے کہ حدیث میں موجود چھ اشیاء اور وہ اشیاء جن کے سود ہونے پر تمام کا اتفاق ہے، ان کے تفاضل کے ساتھ تبادلے کے سود ہونے میں کوئی شک نہیں، یہ اتفاقی بات ہے۔ اور وہ اشیاء جو بعض کے نزدیک سودی اور بعض کے نزدیک غیر سودی ہیں اور یقیناً ایسی اشیاء بہت کم ہیں، مثلاً انڈے، کیلے وغیرہ، تو ان تمام اشیاء کا شمار مشکوک چیزوں میں ہوگا۔ اسی کے بارے میں حضرت عمرؓ کا قول ہے:

فَدَعُوا الزَّيْبَ وَالزَّيْبَةَ

”سود اور مشکوک چیزوں کو چھوڑ دو“۔

ربا الفضل کی عملی صورتیں

ربا الفضل کا اطلاق تجارت میں بارٹر سسٹم پر ہوتا ہے۔ یعنی اشیاء کا باہمی تبادلہ۔ اسی طریقہ کار سے تجارت کا آغاز ہوا اور آج تک تمام تر ترقی و جدیدیت کے باوجود یہ طریقہ جاری و ساری ہے۔ شریعت نے ربا الفضل کے بارے میں جو اصول دیے ہیں وہ قیامت تک کے لیے ہیں۔ انداز جو بھی ہو اس میں تبدیلی آ سکتی ہے لیکن ربا الفضل کے اصولوں کے اطلاق کے ساتھ ہی اس پر سود کا حکم لگایا جائے گا۔ آج کل روٹین کی معمولی اشیاء کے علاوہ سونے چاندی اور کرنسی کے کاروبار میں سب سے زیادہ ربا الفضل پایا جاتا ہے۔

ایک ہی جنس کا تبادلہ کرتے وقت کمی بیشی کی جاتی ہے۔ ربا الفضل کی یہ صورت گھروں سے لے کر تجارتی سطح تک پھیلی ہوئی ہے۔

نئے اور پرانے زیورات کا تبادلہ تفاضل کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی طرح زیورات کی واپسی کے وقت معمولی بجلی اسی زمرے میں آتی ہے۔ ایک ہی ملک کی کرنسی کی خرید و فروخت میں بھی یہ صورت پائی جاتی ہے۔ اس طریقہ کا اس قدر رواج ہے کہ بس شاپ اور چوکوں میں لوگ نور روپے کے سکے دے کر دس روپے وصول کرتے ہیں۔

افراط زر کے مسئلہ کو حل کرنے کے لیے انڈیکسیشن کا طریقہ اختیار کرنے کی تجویز دی گئی ہے۔ اس سے یہ مسئلہ حل ہوتا ہے یا نہیں اس سے قطع نظر علماء نے ادھار یا بیع المؤجل میں ہم جنس اشیاء میں تفاضل کے ساتھ لین دین کو بھی ربا الفضل ہی کی ایک صورت قرار دیا ہے۔ نامعلوم آئندہ وقتوں میں اس کی کون کون سی نئی صورتیں سامنے آئیں!

دور حاضر کے بعض دانشوروں کی طرف سے ربا الفضل کے حوالے سے ایک یہ اشکال بھی پیش کیا جاتا ہے کہ عملی زندگی میں یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک کلو عمدہ کھجور کو ایک کلو معمولی کھجور کے عوض بیچ دیا جائے، کوئی احمق ہی ایسا کر سکتا ہے۔ (۱۰) اچھی کھجور کو حاصل کرنے کے لیے معمولی کھجور لازمی طور پر زیادہ مقدار میں دینی پڑے گی۔

ہمارے خیال میں اس طریقہ کو احقانہ کہنا ہی احقانہ بات ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شریعت اسلامیہ پر معترض عملی زندگی اور دنیا سے بالکل نابلد ہے۔ سمجھانے کی خاطر صرف ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ گڑ پرانا ہونے کے ساتھ اپنی رنگت اور ذائقہ کھودیتا ہے۔ اس کا استعمال کھانے کے لیے مناسب نہیں سمجھا جاتا لیکن یہی گڑ جانوروں کے لیے بطور علاج بھی استعمال ہوتا

ہے۔ اب اگر یہ گڑ ایک کلو موجود ہو تو خریدنے والا کس قیمت پر خریدے گا؟ ظاہری بات ہے کہ بہترین گڑ کی قیمت تو کجا وہ اس سے کہیں زیادہ قیمت پر اس کو خریدنے کے لیے تیار ہوگا۔

آج کے جدید اکنامکس کے دور میں اس بات کو سمجھنا تو اور بھی آسان ہے۔ آج کسی چیز کی قیمت کا تعین صرف اس کی عمدگی اور معمولی پن کی بنیاد پر ہی نہیں بلکہ اس کی طلب اور رسد کے اصول پر بھی کیا جاتا ہے۔ کتنی ہی معمولی اشیاء کی قیمت طلب بڑھنے پر قیمتی اشیاء کے برابر بلکہ بسا اوقات ان سے بھی بڑھ جاتی ہیں۔

ربا الفضل کے حرام ہونے کی حکمتیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيكَ حَكْمًا﴾ (النساء)

”آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو حاکم نہیں بنالیتے، پھر آپ کے کیے ہوئے فیصلے پر دل میں تنگی بھی محسوس نہیں کرتے اور مکمل فرماں برداری کرتے ہیں۔“

اگر کسی ناقص انسانی عقل میں فرمان نبوی کی حکمت و علت سمجھ میں نہیں آتی تو اس میں دین اور حدیث نبوی کا کیا تصور ہے؟ بلکہ ایمان و یقین کا تقاضا ہے کہ حکم نبوی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے۔ یہی قرآنی تقاضا ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے۔ تاہم پھر بھی ہم ربا الفضل کے حرام ہونے کی حکمتیں بیان کرتے ہیں۔

(۱) حدیث میں مذکور چھ اشیاء اور ان پر قیاس کی جانے والی اشیاء معاشرے میں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔ زندگی بسر کرنے میں لوگ ان پر انحصار کرتے ہیں۔ ان اشیاء میں باہمی تبادلے کا بظاہر کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اگر کوئی ایک ہی جنس کی اسی جنس سے تبدیلی چاہتا ہے تو یہ صرف فضول خرچی کی غرض سے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ایک جنس کی مختلف اقسام سے ایک ہی فائدہ ہو سکتا ہے۔ یہ اسراف شریعت میں ناپسندیدہ ہے، اس لیے اس سے بچانے کے لیے ان اشیاء میں باہم تبادلے کے وقت مثل کی شرط لگادی گئی ہے۔

(۲) لوگوں کے اموال کی حفاظت کے لیے انہیں کسی قسم کے دھوکے اور فراڈ سے محفوظ رکھنا مقصد ہے۔ اگر وہ ایک چیز کو ایک دوسرے کے ساتھ تبدیل کرتے وقت ان کی قیمت کے

اعتبار سے ان کی پوری پوری مقدار کا درست اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اس لیے حکم دیا گیا کہ پہلے رائج کرنی کے ساتھ ایک کو بیچو جس سے اس کی صحیح مارکیٹ کے مطابق قیمت مل جائے گی، اب اس قیمت سے دوسری چیز خرید لو تا کہ معاملہ بالکل شفاف طریقے سے مکمل ہو جائے۔ اس حکمت کو ربا الفضل کے جواز کے قائلین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ (ماہنامہ اشراق، فروری ۲۰۰۷ء، ص ۳۲)

(۳) ربا الفضل کا معاملہ بڑھتے بڑھتے ربا النسیئہ تک لے جاتا ہے۔ ربا النسیئہ سے بچانے کے لیے سد ذریعہ کے طور پر ربا الفضل کو بھی حرام قرار دے دیا گیا۔

دور حاضر کے بعض دانشور ربا الفضل کو سود نہیں سمجھتے۔ وہ اس کی حرمت کے قائل نہیں۔ اب ہم ان کے دلائل کا جائزہ لیتے ہیں:

ربا الفضل کی حلت کے قائلین کے دلائل:

یہ لوگ قرآن مجید کی اس آیت کو دلیل بناتے ہیں:

﴿وَأَحِلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ (آل عمران: ۲۷۵)

”اور اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔“

یہاں الربا میں ال عہدی ہے اور اس سے مراد وہ ربا ہے جو جاہلیت میں لیا جاتا تھا اور وہ ربا النسیئہ ہے۔ قرآن میں اسی ربا کا تذکرہ آیا ہے۔ یہی قرآنی ربا ہے جس کو حرام قرار دیا گیا، جبکہ ربا الفضل سود نہیں۔ (اشراق، فروری ۲۰۰۷ء، ص ۳۶)

زمانہ جاہلیت میں عربوں کے ہاں جو ربا معروف تھا اس کی صورت یہ تھی کہ ایک شخص دوسرے کو کچھ مال ایک معینہ مدت کے لیے بطور قرض دیتا اور اس پر شرط عائد کرتا کہ مدیون ہر مہینہ دائن (قرض دینے والے) کو ایک مقرر مقدار دے گا اور برآس المال مدیون کے ذمہ باقی رہتا۔ جب قرض کی ادائیگی کا وقت گزر جاتا تو دائن برآس المال کو اس سے طلب کرتا۔ اگر وہ ادائیگی نہ کر سکتا تو دائن میعاد اور برآس المال دونوں میں اضافہ کر دیتا اور حسب سابق ہر مہینہ معین مقدار وصول کرتا۔ اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا۔^(۱۱)

عربوں کے ہاں سود کی دوسری صورت یہ تھی کہ ایک شخص دوسرے کو ایک مقررہ مدت کے لیے سود دیتا، جب مدت ختم ہو جاتی تو قرض خواہ قرض دار سے کہتا کہ تم قرض ادا کرو گے یا اس میں اضافہ منظور ہے؟ اگر وہ قرض ادا کرتا تو معاملہ ختم ہو جاتا ورنہ دائن اپنے برآس المال میں اضافہ کر دیتا اور مہلت بڑھا دیتا^(۱۲)۔ ہمارے ہاں یہ طریقہ قرضہ ری شیڈول کرنے کے نام

سے معروف ہے۔

یقیناً یہ طریقے عرب میں رائج تھے۔ قرآن نے ان طریقوں کو حرام قرار دیا لیکن ان کو سورۃ البقرۃ کی مذکورہ آیت کے ساتھ حرام نہیں کیا گیا۔ ان کی حرمت کی دلیل سورۃ آل عمران کی یہ آیت مبارکہ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً﴾ (آل عمران: ۱۳۰)

”اے ایمان والو! سود کو بڑھا چڑھا کر نہ کھاؤ۔“

یہ آیت جو سورۃ البقرۃ کی آیت سے پہلے نازل ہوئی اس کے ذریعے عربوں میں رائج سود کے طریقوں کو پہلے ہی حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ یہی سورۃ البقرۃ کی آیت جو نازل ہونے والی آخری آیات میں سے ہے تو اس کے ذریعے سود کی دیگر تمام صورتیں بھی حرام قرار دی گئی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ آخِرَ مَا نَزَلَتْ آيَةُ الرَّبِّاَ وَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَبِضَ وَلَمْ يُفَسِّرْهَا لَنَا
فَدَعُوا الرَّبِّاَ وَالرِّبِيَّةَ (۱۳)

”آخری نازل ہونے والی آیات میں سے آیت ربا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس کی وضاحت کرنے سے پہلے ہی وفات پا گئے لہذا تم سود اور رشک کو چھوڑ دو۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے عرب میں رائج سود کی حرمت واضح تھی۔ وہ تو اس کے علاوہ دیگر اقسام اور صورتوں کی مزید وضاحت چاہتے تھے پھر خود ہی فرما دیا کہ واضح سود اور سود کا شائبہ رکھنے والی مشکوک چیزوں کو چھوڑ دو۔

ربا الفضل کے عدم سود ہونے کی دوسری بڑی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ جن احادیث میں ربا الفضل کا تذکرہ ہے ان میں نہی حرمت کے لیے نہیں بلکہ کراہت کے لیے ہے لہذا ربا الفضل کو مکروہ تو کہہ سکتے ہیں حرام یا سود نہیں۔ دیگر احادیث سے اس موقف کی تائید ہوتی ہے۔ بخاری میں حضرت اسامہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَا رِبَاَ إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ)) (۱۴)

”ادھار کے علاوہ ربا میں سود نہیں ہے۔“

((أَتَمَّا الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ)) (۱۰)

”سود تو صرف ادھار میں ہے۔“

صحیح مسلم ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((لَا رِبَا فِيمَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ))

”نقد معاملے میں سود نہیں ہے۔“

ان احادیث کا صحیح مقام و مفہوم متعین کرنے کی ضرورت ہے اور یہ احادیث وضاحت کی محتاج ہیں۔ دیگر دلائل کو نظر انداز کر کے اپنی مرضی کا مطلب اخذ کرنا درست نہیں ہے۔

واضح، صریح، مشہور احادیث سے ربا الفضل کا سود ہونا ثابت ہے۔ ان احادیث کے مقابلے میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی صورت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مختلف جنس کی چیزیں معاوضہ میں دیا اور ان میں سود صرف اس وقت ہوگا جب معاملہ ادھار کا ہو۔ لہذا یہ جواز کی احادیث مختلف اجناس کے بارے میں ہیں نہ کہ ایک جنس کی کمی بیشی کے ساتھ تبادلے کے بارے میں۔ اگر ایک جنس برابر برابر ہو تو نقد درست ہے اور ادھار ناجائز ہے یا پھر یہ اصول غیر روایات اشیاء کے بارے میں ہے۔

ربی بات کلمہ حصر کی تو یہ حصر اضافی ہے حقیقی حصر نہیں ہے۔ کلام عرب میں اس کا استعمال معروف ہے۔ مثال کے طور پر کہا جاتا ہے:

لا عالم فی البلد الا زید

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شہر میں زید جیسا کوئی عالم نہیں ہے۔ کمال کی نفی ہے ذات کی نفی نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس کا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ ربا النسیئہ جو بڑا سود ہے تمام اموال میں ہر وقت پایا جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں ربا الفضل ہے جو نادر ہے۔ یہ بھی سود ہی ہے سود سے خارج نہیں۔

ان احادیث کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ یہ منسوخ ہیں۔ ان کے ترک عمل پر اُمت کا اتفاق ہے۔ علماء کا ان پر عمل نہ کرنے پر اجماع کر لیتا ہی ان کے منسوخ ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ علاوہ ازیں ترجیح کے اصولوں کے مطابق حرمت ربا الفضل کی احادیث کو ترجیح حاصل ہے۔

ربا الفضل کو عدم سود ٹھہرانے کے لیے احادیث میں وارد نہیں کو کراہت پر محمول کر کے

اسے حرام کی بجائے مکروہ کہا جاتا ہے۔ عربی میں اس اصول کے مستعمل ہونے کی وجہ سے اس بات کا احتمال تھا، جیسا کہ امیر معاویہؓ بھی یہی سمجھے، لیکن ان کے سامنے حدیث کی صراحت آگئی تو حقیقت حال ان پر کھل گئی۔ امیر معاویہؓ نے سونے یا چاندی کا برتن اس کے وزن سے زیادہ مقدار کے عوض میں بیچا تو ابودرداءؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے کہ برابر برابر ہو۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا میں اس میں کوئی حرج نہیں محسوس کرتا۔ ابودرداءؓ کہنے لگے: من یعذرنی من معاویہ۔ ”مجھے معاویہ سے کون بچائے گا؟“ میں اسے رسول اللہ ﷺ کی بات بتاتا ہوں اور وہ مجھے اپنی رائے بتاتا ہے۔ پھر عمر فاروقؓ کے پاس تشریف لے آئے اور اس واقعہ کی خبر دی تو حضرت عمرؓ نے معاویہؓ کو خط لکھا:

الاتبع ذلك الا مثلا بمثل ووزنا بوزن (۱۶)

حضرت معاویہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے طریقے کی مخالفت نہ کی تھی بلکہ وہ اس نہی کو کراہت پر محمول کر رہے تھے۔ اور اسی لیے عمر فاروقؓ نے انہیں معزول نہیں کیا بلکہ صحیح مسئلہ کی وضاحت فرمادی۔

صحیح بخاری میں ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ بلالؓ برنی کھجوریں رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے۔ آپؐ نے پوچھا: ”کہاں سے لائے ہو؟“ انہوں نے عرض کیا: میرے پاس ردی کھجوریں تھیں اس کے دو صاع دے کر یہ ایک صاع آپ کے کھانے کے لیے لایا ہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ تو عین سود ہے ایسے نہ کرو۔ جب تم نے ایسا کرنا ہو تو پہلے اپنی کھجور کسی دوسرے کو بیچو پھر اس سے کھجور خریدو۔“ (۱۷)

اس حدیث کے بعد رب الفضل کے سود ہونے میں کسی قسم کا کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ رسول اللہ ﷺ پوری صراحت کے ساتھ اور سخت انداز میں تنبیہ فرما رہے ہیں کہ یہ تو عین الرباء یعنی خالص سود ہے۔

حواشی

(۱) بداية المجتهد، ج ۲، ص ۱۲۹۔ المغنی، ج ۴، ص ۱

(۲) المغنی، ج ۴، ص ۱، بداية المجتهد۔

(۳) روح المعانی، ج ۳، ص ۵۰

- (۴) صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقدا۔
- (۵) صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقدا۔
- (۶) شرح النووی علی صحیح مسلم، ج ۱۱، ص ۹۔
- (۷) الجامع لأحكام القرآن، ج ۳، ص ۳۵۲۔
- (۸) صحیح مسلم، بشرح النووی، ج ۱۱، ص ۲۴۔
- (۹) اعلام الموقعین، ج ۱، ص ۲۶۱۔
- (۱۰) اشراق فروری ۲۰۰۷، ص ۳۱۔
- (۱۱) تفسیر کبیر، ج ۷، ص ۸۵۔
- (۱۲) موطا امام مالک، کتاب البیوع، باب ما جاء فی الربا فی الدین۔
- (۱۳) سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا۔
- (۱۴) صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب بیع الدینار بالدينار نساء۔
- (۱۵) صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب بیع الطعام مثلا بمثل۔
- (۱۶) صحیح مسلم، بشرح النووی، ج ۱۱، ص ۱۲۔ جامع الاصول، ج ۱، ص ۴۶۸۔
- (۱۷) صحیح البخاری، کتاب الوكالة، باب اذا باع الوكيل شيئا فاسدا فبيعه مردود، رقم ۲۱۴۵۔

بقیہ: ترجمہ قرآن مجید مع صرفی و نحوی تشریح

قَالَ: كَمَا	إِبْرَاهِيمَ: اِبْرَاهِيمُ نِي
فَإِنْ: (اچھا تو) پھر یقیناً	اللَّهُ: اللہ
يَأْتِي: لاتا ہے	بِالشَّمْسِ: سورج کو
مِنَ الْمَشْرِقِ: مشرق سے	فَاتِ: پس تو لا
بِهَا: اس کو	مِنَ الْمَغْرِبِ: مغرب سے
فَبُهِتَ: پس (اس طرح) ششدر رہ گیا	الَّذِي: وہ جس نے
كَفَرًا: انکار کیا	وَاللَّهُ: اور اللہ
لَا يَهْدِي: ہدایت نہیں دیتا	الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ: ظالم قوم کو

نوٹ: استاد محترم حافظ احمد یار صاحب رحمہ اللہ نے نشاندہی کی ہے کہ لفظ ابراہیم سورۃ البقرۃ میں ”ی“ کے بغیر یعنی ”إِبْرَاهِيمَ“ لکھا گیا ہے، جبکہ باقی قرآن مجید میں اسے ”ی“ کے ساتھ یعنی ”إِبْرَاهِيمَ“ لکھا گیا ہے۔